دارالکفر کے مُسلمان اور دارالاسلام

[یاد ہوگا کہ ماہ شعبان کے پرچے میں ایک صاحب کے سوال پر یہ مختصر جواب دیا گیا تھا کہ دارالاسلام اور دارالکفر کے مسلمانوں میں باہم شادی بیاہ اور توارث کے تعلقات نہ ہونے چاہئیں، کیونکہ قرآن کا منشا اس قسم کے تعلقات کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ اس پر جو اعتراضات ہندوستان و پاکستان کے بعض ایسے حلقوں کی طرف سے ہوئے ہیں جنہیں اس مسئلے کی الف بے تک کا علم نہیں ہے وہ تو چنداں قابل توجہ نہیں ہیں۔ البتہ اس باب میں جناب مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب سے ہماری جو مراسلت ہوئی ہے وہ علمی حیثیت سے اس لائق ہے کہ اسے فائدۂ عام کے لیے شائع کیا جائے۔]

مولانا ظفر احمد صاحب کا مکتوب

مکرمی مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب! زادت محاسنکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مجھے آپ سے غائبانہ محبت ہے جس کی شہادت خود آپ کا ضمیر دے گا اور میرا یہ طرزِ عمل بھی کر میں گاہے گاہے تھانہ بھون اور ڈھاکہ سے آپ کو از خود لکھتا رہا ہوں۔ یہ خط بھی اسی غائبانہ محبت کی بنا پر از خود لکھ رہا ہوں۔ مجھے یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ آج کل بعض علماء نے آپ کی تکفیر و تفسیق کے لیے فتوٰی نویسی شروع کر دی ہے، اور آپ کو جماعتِ اہلِ حق سے جدا سمجھ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اہلِ حق سے الگ نہ کرے۔ پھر کسی کے الگ کرنے کی پروا نہیں ہے

لکل شیئ اذا فارقتہ عوض
ولیس للہ ان فارقت من عوض

میں نے ترجمان القرآن میں ایک مخدوم زادہ بزرگ کا مضمون پڑھا۔ افسوس ہے کہ انہوں نے تصور شیخ کی وہی تصویر پیش کی ہے جس کی بنا پر محققین نے اس کی تعلیم موقوف کی تھی۔ تصور شیخ کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ وصول الی اللہ کے لیے قلب کو حُبّ دنیا اور علائق ماسوی اللہ سے پاک وصاف کرنا ضروری ہے۔ اس کا ایک طریقہ تو یہ تھا کہ ہر چیز کی محبت کو ایک ایک کر کے الگ الگ نکالا جائے۔ یہ راستہ طویل بھی ہے اور بعض کے لیے دشوار بھی۔ اس لیے بعض محققین نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ان سب پر کسی ایک کی محبت کو غالب کر دیا جائے۔ اس کے غلبہ سے دوسری اشیاء کی محبت مغلوب و مضمحل ہو کر معدوم یا کالعدم ہو جائے گی۔ پھر اس ایک کی محبت کا مغلوب کرنا یا نکالنا زیادہ دشوار نہ ہوگا۔ اس کے لیے محبتِ شیخ کو تجویز کیا گیا کہ اس سے طالب کو فی الجملہ محبت ہوتی ہی ہے اور چونکہ یہ محبت لوجہ اللہ ہے اس لیے اس کا غلبہ محبت حق میں معین ہوگا، اس سے مانع نہ ہوگا۔ جب غلبۂ حب شیخ سے دوسری اشیاء کی محبت مغلوب ہو جائے تو حُبّ شیخ کو مغلوب کرنے کے لیے تصور رسول کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کے بعد فنا فی اللہ کا راستہ شروع کر دیا جاتا ہے۔ مگر جب کم فہموں نے تصور شیخ کا مطلب وہ سمجھ لیا جو ہمارے مخدوم زادہ بزرگ نے بیان فرمایا ہے تو محققین نے اس کی تعلیم موقوف کر دی اور اس کو ما ھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون کا مصداق تبلایا۔ اس مسئلہ میں آپ کے رسالہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے میں اس کی تائید کرتا ہوں۔

لیکن اس کے ساتھ ہی میں دوسرے مسئلہ میں اپنے مخدوم زادہ کی تصدیق کرتا ہوں کہ آپ اور آپ کی جماعت کے بعض افراد قرآن وحدیث سے براہِ راست استنباط کرنا چاہتے ہیں، اور اس کی پروا نہیں کرتے کہ وہ استنباط فقہاء و امت کے موافق ہے یا خلاف۔

اس کی تازہ مثال ترجمان القرآن جلد ۳۶ عدد ۲ بابت شعبان ۱۳۷۰ھ مطابق جون ۱۹۵۱ء میں ابھی ابھی میری نظر سے گذری۔ آپ نے دار الاسلام اور دار الکفر کے مسلمانوں کے تعلقات کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے "جہاں تک مجھے علم ہے قرآن کا منشا یہی ہے کہ دار الاسلام اور دار الکفر کے مسلمانوں میں وراثت اور شادی بیاہ کے تعلقات نہ ہوں" پھر ان مہاجرین کے متعلق جن کے ایسے رشتہ دار دار الکفر میں رہ گئے ہوں جن کے وہ وارث ہوسکتے ہیں فرمایا ہے کہ "ان کے بارے میں بھی میرا خیال یہی ہے کہ نہ وہ ہندوستان میں میراث پاسکتے ہیں اور نہ ان کے ہندوستانی رشتہ دار پاکستان میں ان سے میراث پانے کا حق رکھتے ہیں" الخ ص ۱۲۵/۶۱

آپ کا یہ فتویٰ مذہب حنفی اور جملہ مذاہب اربعہ کے خلاف ہے اور جس آیت سے آپنے یہ استنباط کیا ہے (والذین آمنوا ولم یہاجروا ما لکم من ولایتہم من شیئ حتی یہاجروا) اس میں اگر ولایت کو بمعنی وراثت تسلیم کر لیا جائے، موالات کے معنی میں نہ لیا جائے، تو یہ حکم اس وقت کا ہے جبکہ ابتداء قدوم مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے درمیان مواخاۃ قائم کردی تھی، جس کی بنا پر مہاجرین انصار کے اور انصار مہاجرین کے وارث ہوتے تھے۔ جس کی دلیل اسی آیت کا یہ ٹکڑا ہے ان الذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ والذین آووا ونصروا اولئک بعضھم اولیاء بعض ط۔

پھر جب مہاجرین و انصار کا باہم توارث سورہ الاحزاب کی آیت النبی اولی بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ من المومنین والمہاجرین الا ان تفعلوا الی اولیاءکم معروفا کان ذالک فی الکتاب مسطورا۔ سے منسوخ ہوگیا تو اب یہ حکم باقی نہ رہا کہ مسلم مہاجر مسلم غیر مہاجر کا وارث نہ ہو، یا برعکس۔ بلکہ آیت المواریث کے موافق توارث

ہونے لگا۔

پھر آپ نے اس پر بھی غور نہ کیا کہ سورۂ الممتحنہ کی آیت ولا تمسکوا بعصم الکوافر واسئلوا ما انفقتم ولیسئلوا ما انفقوا کے نزول سے پہلے تک غیر مسلم عورتیں صحابہ مہاجرین کے نکاح میں بدستور مکہ ہی میں تھیں۔ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عمرؓ وغیرہ نے اپنی کافر عورتوں کو طلاق دے دی تو اُن کا نکاح مکہ کے کافروں سے ہوا۔ حالانکہ مکہ اس وقت صرف دارالکفر ہی نہ تھا بلکہ وہاں کے باشندے محارب بھی تھے جن سے غزوۂ حدیبیہ ۶ھ میں چند سال کے لیے صلح کی گئی تھی۔ تو جس دارالکفر کے باشندے برسرِ جنگ نہ ہوں وہاں کی مسلمان عورتوں سے شادی بیاہ کو اور وہاں کے مسلمانوں کے ساتھ توارث کو آپ کس دلیل سے منع کر سکتے ہیں؟

آج ہندوستان جیسا دارالکفر ہے ویسا ہی برطانیہ کی حکومت میں تھا اور آج جیسا پاکستان دارالاسلام ہے ویسا ہی کسی وقت حیدرآباد بھی دارالاسلام تھا بلکہ کچھ زیادہ کہ وہاں محکمۂ امورِ مذہبی قائم تھا جو اب تک پاکستان میں قائم نہیں ہوا۔ تو کیا آپ اس وقت ہندوستان اور حیدرآباد کے مسلمانوں میں باہم شادی بیاہ اور توارث کو ممنوع سمجھتے تھے؟ یا اس وقت اگر کوئی حاجی مہاجر ہو کر مکہ مدینہ میں رہ جاتا اور اس کی موت کے وقت مکہ مدینہ میں اُس کا کوئی وارث نہ ہوتا تو آپ یہ فتویٰ دے سکتے تھے؟ کہ اُس کے ہندوستانی رشتہ داروں کو اس کا ترکہ نہ دیا جائے؟

اگر آپ یہ فتویٰ دیتے ساری دنیا آپ کی مخالفت کرتی۔ حکومت حجاز کا تعامل ٹرکی کے زمانہ میں بھی اور آج بھی یہی رہا ہے اور ہے کہ ایسے لوگوں کا ترکہ ہندوستان کی حکومت کے ذریعہ سے اُن کے ہندوستانی ورثہ کو دے دیا جاتا تھا جبکہ ثبوت مل جاتا کہ اس کے ورثہ موجود ہیں۔ کسی مذہب کے علماء نے بھی حکومت حجاز کو یہ فتویٰ نہیں دیا کہ ان حاجیوں کا مال ہندوستانی ورثہ کا نہیں بلکہ حکومت کا حق ہے۔

اور اگر آیت انفال سے مراد ولایت بمعنی وراثت نہیں بلکہ بمعنی موالات ہے تو اس کو میراث اور نکاح سے کوئی علاقہ نہ ہوگا، بلکہ موالات اور ترک موالات کا اس میں بیان ہوگا جس میں محاربین اور غیر محاربین کا فرق بھی ہوگا اور مستامن وغیر مستامن کا بھی۔ جس کی تفصیل سورۃ الممتحنہ کی آیات لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین۔ الآیہ کے تحت مفسرین ومحدثین وفقہاء نے بہت کچھ بیان کی ہے۔ ملاحظہ ہو شرح السیر الکبیر للامام محمد بن الحسن الشیبانیؒ۔

اخیر میں خیر خواہی کے ساتھ چند باتوں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) قرآن سے مسائل واحکام کا استنباط کرتے ہوئے کم از کم احکام القرآن للرازیؒ احکام القرآن لابن العربی، تفسیر روح المعانی اور بیان القرآن لحکیم الامۃ التھانوی سے مراجعت ضرور کرلیا کریں۔

(ب) فتویٰ دینے سے پہلے فقہاء حنفیہ کی کتابوں اور اہل فتویٰ علماء سے مراجعت فرمالیا کریں۔ کیونکہ فتویٰ نویسی محض کتابوں کے مطالعہ سے نہیں آتی۔ اس کے لیے اہل افتاء کے پاس رہ کر مدتوں کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

(ج) ہم اور آپ مذہب حنفی کے سوا دوسرے مذاہب سے پوری طرح واقف نہیں ہیں، کیونکہ یہاں دوسرے مذاہب کا درس دینے والے محقق علماء موجود نہیں ہیں۔ اور محض کتابوں میں دوسرے ائمہ کے اقوال دیکھ لینے سے اُن کے مذہب کا پورا علم نہیں ہوسکتا۔ آپ دیکھیں گے کہ ہماری کتابوں میں بعض مسائل کے متعلق دوسرے ائمہ کا مذہب غلط لکھ دیا گیا ہے۔ جیسا اُن کی کتابوں میں ہمارا مذہب بعض مسائل میں غلط نقل ہوگیا ہے۔ حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ جیسا محدث، جس کا وظیفہ ہی یہ ہے کہ ہر بات سند کے ساتھ کہے، اپنی مصنّف کے باب الرد علی ابی حنیفہ میں بہت سے مسائل امام صاحب کی طرف غلط منسوب کرگیا ہے جس کا کتب حنفیہ میں پتہ بھی نہیں۔ اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ

جبتک کسی مذہب کو اسی کے علماء سے باقاعدہ نہ پڑھا جائے اس وقت تک اس سے پوری واقفیت نہیں ہو سکتی بعض دفعہ مسئلہ صحیح نقل ہوتا ہے مگر اُس میں جس قدر تفصیل و قیود اصل مذہب میں ہیں وہ سب نقل نہیں کی جاتیں۔

چنانچہ امرأۃ المفقود کے مسئلہ میں ہماری کتابوں میں امام مالک کا مذہب بہت مجمل بیان کیا گیا ہے۔ جب اس مسئلہ کی تحقیق علماء مالکیہ سے کی گئی تو اس میں بڑی تفصیل معلوم ہوئی اور بہت سی قیود و شرائط کا علم ہوا جن کا ہماری کتابوں میں پتہ بھی نہیں۔ ملاحظہ ہو رسالہ الحیلۃ الناجزہ لحکیم الامتہ التھانویؒ۔ پس کسی مسئلہ میں مذہب حنفی کو چھوڑ کر یہ دعویٰ کرنا کہ ہم نے مذاہب اربعہ سے خروج نہیں کیا اُس وقت تک قابلِ قبول نہیں جب تک دوسرے مذاہب کے علماء سے اُس مسئلہ میں مراجعت نہ کر لی جائے۔

(د) نسبت صوفیہ غنیمتیست کبریٰ اما رسوم ایشاں ہیچ نیرزد۔ شاہ ولی اللہ صاحب کے اس مقولہ کو پیشِ نظر رکھ کر نسبت صوفیہ کے حاصل کرنے کی پوری کوشش کی جائے کیونکہ اس کے بغیر درجۂ احسان حاصل نہیں ہوتا جس پر کمالِ ایمان موقوف ہے۔ اور اس نسبت کے لیے رسومِ صوفیہ یا ان کے اشغالِ مروجہ کی اصلاً ضرورت نہیں مگر اہل نسبت کی صحبت ازبس ضروری ہے ؎

قال را بگذار مردِ حال شو پیشِ مردے کاملے پامال شو

آپ کے قریب ہی . . . . تشریف فرما ہیں۔ گاہے گاہے اُن کے پاس جاتے رہا کریں۔ امید ہے کہ میری ان باتوں کو خیر خواہی پر محمول کیا جائے گا اور اسی نظر سے خط کو دیکھا جائے گا۔ والسلام

ظفر احمد